مطالعہ قرآن حکیم

دورۂ ترجمۂ قرآن

ڈاکٹر اسرار احمد

سُورۃُ البقرۃ

آیات ۱۱۳ تا ۱۲۳

﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۠ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى
لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ
لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ
يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ
وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ
لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَلِلّٰهِ
الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۗ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ
عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰٓى
اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا
يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ
تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ
بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۹﴾ وَلَنْ
تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى
اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ

الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۲۰﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ
يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ
وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ
نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ
يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾﴾

آیت ۱۱۳ ﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۪﴾ ''یہودی کہتے ہیں کہ نصاریٰ کسی بنیاد پر نہیں ہیں''

ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے' کوئی جڑ بنیاد نہیں ہے۔

﴿وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ﴾ ''اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود کسی بنیاد پر نہیں ہیں''

اُن کی کوئی بنیاد نہیں ہے' یہ بے بنیاد لوگ ہیں' ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

﴿وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ﴾ ''حالانکہ دونوں ہی کتاب پڑھ رہے ہیں۔''

عہد نامۂ قدیم (Old Testament) یہودیوں اور عیسائیوں میں مشترک ہے۔ یہ بہت اہم نکتہ ہے اور امریکہ میں جدید عیسائیت کی صورت میں ایک بہت بڑی طاقت جو اُبھر رہی ہے وہ عیسائیت کو یہودیت کے رنگ میں رنگ رہی ہے۔ رومن کیتھولک مذہب نے تو بائبل سے اپنا رشتہ توڑ لیا تھا اور سارا اختیار پوپ کے ہاتھ میں آ گیا تھا' لیکن پروٹسٹنٹس (Protestants) نے پھر بائبل کو قبول کیا۔ اب اس کی منطقی انتہا یہ ہے کہ عہد نامۂ قدیم پر بھی ان کی توجہ ہو رہی ہے اور وہ کہہ رہے ہیں کہ اسے بھی ہم اپنی کتاب مانتے ہیں اور اس میں جو کچھ لکھا ہے اسے ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔ امریکہ میں ہم نے ایک سیمینار منعقد کیا تھا' جس میں ایک یہودی عالم نے کہا تھا کہ اس وقت اسرائیل کو سب سے بڑی نصرت وحمایت امریکہ کے اُن عیسائیوں سے مل رہی ہے جو Evengelists کہلاتے ہیں اور وہاں پر ایک بڑا فرقہ بن کر اُبھر رہے ہیں۔ بہر حال یہ اُن کا طرزِ عمل بیان ہوا ہے۔

﴿كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ﴾ ''اسی طرح کہی تھی اُن لوگوں

نے جو کچھ بھی نہیں جانتے' ان ہی کی سی بات۔''

یہاں اشارہ ہے مشرکینِ مکہ کی طرف۔

﴿فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے گا ان کے مابین قیامت کے دن ان تمام باتوں کا جن میں یہ اختلاف کر رہے تھے۔''

اب دیکھئے' اس سلسلۂ کلام کی بقیہ آیات میں بھی اگرچہ خطاب تو بنی اسرائیل ہی سے ہے' لیکن اب یہاں پر اہل مکہ سے کچھ تعریض شروع ہو گئی ہے۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ آئے گا' پھر تحویلِ قبلہ کا ذکر آئے گا۔ بیت اللہ چونکہ اُس وقت مشرکین مکہ کے قبضے میں تھا' لہٰذا اس حوالے سے کچھ متعلقہ مضامین آ رہے ہیں اور تحویلِ قبلہ کی تمہید باندھی جا رہی ہے۔ ''تحویلِ قبلہ'' دراصل اس بات کی علامت تھی کہ اب وہ سابقہ اُمت مسلمہ معزول کی جا رہی ہے اور اس مقام پر ایک نئی اُمت' اُمت محمد ﷺ کی تقرری عمل میں لائی جا رہی ہے۔ اسی حوالے سے ﴿كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ﴾ کے الفاظ میں مشرکین مکہ کی طرف اشارہ کیا گیا۔

آیت 114 ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ﴾ ''اور اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے (لوگوں کو) روکے کہ ان میں اس کا نام لیا جائے؟''

مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو مسجد حرام میں حاضری سے محروم کر دیا تھا اور ان کو وہاں جانے کی اجازت نہ تھی۔ ۶ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ عمرے کے ارادے سے مکہ کا سفر فرمایا' لیکن مشرکین نے آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی۔ اس موقع پر صلح حدیبیہ ہوئی اور آپؐ کو عمرہ کیے بغیر واپس آنا پڑا۔ پھر اگلے برس ۷ ہجری میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ عمرہ ادا کیا۔ تو یہ سات برس محمدٌ رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان پر بہت شاق گزرے ہیں۔ یہاں مشرکین مکہ کے اس ظلم کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہوں نے اہلِ ایمان کو مسجد حرام سے روک رکھا ہے۔

﴿وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا﴾ ''اور وہ ان کی تخریب کے درپے ہو؟''

نے جو کچھ بھی نہیں جانتے' ان ہی کی سی بات۔''

یہاں اشارہ ہے مشرکینِ مکہ کی طرف۔

﴿فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے گا ان کے مابین قیامت کے دن ان تمام باتوں کا جن میں یہ اختلاف کر رہے تھے۔''

اب دیکھئے' اس سلسلۂ کلام کی بقیہ آیات میں بھی اگرچہ خطاب تو بنی اسرائیل ہی سے ہے' لیکن اب یہاں پر اہل مکہ سے کچھ تعریض شروع ہو گئی ہے۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ آئے گا' پھر تحویلِ قبلہ کا ذکر آئے گا۔ بیت اللہ چونکہ اُس وقت مشرکین مکہ کے قبضے میں تھا' لہٰذا اس حوالے سے کچھ متعلقہ مضامین آ رہے ہیں اور تحویلِ قبلہ کی تمہید باندھی جا رہی ہے۔ ''تحویلِ قبلہ'' دراصل اس بات کی علامت تھی کہ اب وہ سابقہ اُمت مسلمہ معزول کی جا رہی ہے اور اس مقام پر ایک نئی اُمت' اُمت محمد ﷺ کی تقرری عمل میں لائی جا رہی ہے۔ اسی حوالے سے ﴿كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ﴾ کے الفاظ میں مشرکین مکہ کی طرف اشارہ کیا گیا۔

آیت 114 ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ﴾ ''اور اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے (لوگوں کو) روکے کہ ان میں اس کا نام لیا جائے؟''

مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو مسجد حرام میں حاضری سے محروم کر دیا تھا اور ان کو وہاں جانے کی اجازت نہ تھی۔ ۶ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ عمرے کے ارادے سے مکہ کا سفر فرمایا' لیکن مشرکین نے آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی۔ اس موقع پر صلح حدیبیہ ہوئی اور آپؐ کو عمرہ کیے بغیر واپس آنا پڑا۔ پھر اگلے برس ۷ ہجری میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ عمرہ ادا کیا۔ تو یہ سات برس محمد رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان پر بہت شاق گزرے ہیں۔ یہاں مشرکین مکہ کے اس ظلم کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہوں نے اہل ایمان کو مسجد حرام سے روک رکھا ہے۔

﴿وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا﴾ ''اور وہ ان کی تخریب کے درپے ہو؟''

خراب اور تخریب کا مادۂ اصلی ایک ہی ہے۔ تخریب دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک ظاہری تخریب کہ مسجد کو گرا دینا' اور ایک باطنی اور معنوی تخریب کہ اللہ کے گھر کو توحید کی بجائے شرک کا اڈہ بنا دینا۔ مشرکین مکہ نے بیت اللہ کو بُت کدہ بنا دیا تھا: ؎

دنیا کے بُت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا!

خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بُت رکھ دیے گئے تھے' جسے ابراہیم علیہ السلام نے توحیدِ خالص کے لیے تعمیر کیا تھا۔ مساجد کے ساتھ لفظ ''خراب'' ایک حدیث میں بھی آیا ہے۔ یہ بڑی دلدوز حدیث ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اسے ذہن نشین کر لیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((يُوْشِكُ اَنْ يَاْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ)) ''اندیشہ ہے کہ لوگوں پر (یعنی میری اُمت پر) ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ'' ((لَا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ)) ''اسلام میں سے اس کے نام کے سوا کچھ نہیں بچے گا'' ((وَلَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْآنِ اِلَّا رَسْمُهٗ)) ''اور قرآن میں سے اس کے رسم الخط (الفاظ اور حروف) کے سوا کچھ نہیں بچے گا''۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کی ضمانت دی ہے کہ قرآن حکیم کے الفاظ وحروف من وعن محفوظ رہیں گے۔ ((مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدٰى)) ''ان کی مسجدیں آباد تو بہت ہوں گی لیکن ہدایت سے خالی ہو جائیں گی''۔ یہاں بھی لفظ ''خراب'' نوٹ کیجیے۔ گویا معنوی اعتبار سے یہ ویران ہو جائیں گی۔ ((عُلَمَاؤُهُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاءِ)) ''ان کے علماء آسمان کی چھت کے نیچے کے بدترین انسان ہوں گے''۔ ((مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيْهِمْ تَعُوْدُ)) (۱) ''فتنہ اُن ہی کے اندر سے برآمد ہوگا اور انہی میں گھس جائے گا''۔ یعنی ان کا کام ہی فتنہ انگیزی' مخالفت اور جنگ وجدال ہوگا۔ اپنے اپنے فرقے کے لوگوں کے جذبات کو بھڑکاتے رہنا اور مسلمانوں کے اندر اختلافات کو ہوا دینا ہی اُن کا کام رہ جائے گا۔

آج جن کو ہم علماء کہتے ہیں ان کی عظیم اکثریت اس کیفیت سے دوچار ہو چکی ہے۔ جب مذہب اور دین پیشہ بن جائے تو اس میں کوئی خیر باقی نہیں رہتا۔ دین اور مذہب پیشہ نہیں

---

(۱) رواہ البیھقی فی "شعب الایمان" وابن عدی فی "الکامل" وابو عمرو الدانی فی "السنن الواردۃ فی الفتن"۔ بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح' کتاب العلم' الفصل الثالث۔

تھا' لیکن اسے پیشہ بنا لیا گیا۔ اسلام میں کوئی پیشوائیت نہیں' کوئی پاپائیت نہیں' کوئی برہمنیت نہیں۔ اسلام تو ایک کھلی کتاب کی مانند ہے۔ ہر شخص کتاب اللہ پڑھے' ہر شخص عربی سیکھے اور کتاب اللہ کو سمجھے۔ ہر شخص کو عبادات کے قابل ہونا چاہیے۔ ہر شخص اپنی بچی کا نکاح خود پڑھائے' اپنے والد کا جنازہ خود پڑھائے۔ ہم نے خود اسے پیشہ بنا دیا ہے اور عبادات کے معاملے میں ایک خاص طبقے کے محتاج ہو گئے ہیں۔ مرزا غالب نے کہا تھا: ؏

پیشے میں عیب نہیں' رکھیے نہ فرہاد کو نام!

ایک چیز جب پیشہ بن جاتی ہے تو اس میں پیشہ ورانہ چشمکیں اور رقابتیں در آتی ہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ بات واضح رہے کہ دنیا کبھی علماءِ حق سے خالی نہیں ہوگی۔ چنانچہ یہاں علماءِ حق بھی ہیں اور علماءِ سو بھی ہیں' لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کی اکثریت کا حال وہی ہو چکا ہے جو حدیث میں بیان ہوا ہے' ورنہ اُمت کا یوں بیڑہ غرق نہ ہوتا۔

﴿اُولٰٓئِکَ مَا کَانَ لَھُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْھَآ اِلَّا خَآئِفِیْنَ ط﴾ ''ایسے لوگوں کو تو ان میں داخل ہی نہیں ہونا چاہیے مگر ڈرتے ہوئے۔''

ان لوگوں کو لائق نہیں ہے کہ اللہ کی مسجدوں میں داخل ہوں' یہ اگر وہاں جائیں بھی تو ڈرتے ہوئے جائیں۔

﴿لَھُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ﴾ ''ان کے لیے دنیا میں بھی ذلت و رسوائی ہے''

﴿وَّلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾ ''اور آخرت میں ان کے لیے عذابِ عظیم ہے۔''

اگلی آیت میں تحویل قبلہ کے لیے تمہید باندھی جا رہی ہے۔ قبلہ کی تبدیلی بڑا احساس معاملہ تھا۔ جن لوگوں کو یروشلم اور بیت المقدس کے ساتھ دلچسپی تھی ان کے دلوں میں اُس کی عقیدت جاگزیں تھی' جبکہ مکہ مکرمہ اور بیت اللہ کے ساتھ جن کو دلچسپی تھی ان کے دلوں میں اس کی محبت و عقیدت تھی۔ تو اس حوالے سے قبلہ کی تبدیلی کوئی معمولی بات نہ تھی۔ ہجرت کے بعد قبلہ دو دفعہ بدلا ہے۔ مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کا قبلہ بیت اللہ تھا۔ مدینے میں آ کر رسول اللہ ﷺ نے سولہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی اور پھر بیت اللہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم آیا۔ اس طرح اہل ایمان کے کئی امتحان ہو گئے' ان کا ذکر آگے آ جائے گا۔ لیکن یہاں اس کی تمہید بیان ہو رہی ہے۔ فرمایا:

آیت ۱۱۵ ﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ﴾ ''اور مشرق اور مغرب سب اللہ کے ہیں۔''
یعنی اگر ہم مغرب کی طرف رُخ کرتے ہیں تو اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اللہ مغرب میں ہے (معاذ اللہ)۔ اللہ تو جہت اور مقام سے ماورا ہے' وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے۔ یہ تو یکسانیت پیدا کرنے کے لیے اور اجتماعی رنگ دینے کے لیے ایک چیز کو قبلہ بنا دیا گیا ہے۔ یہ تو ایک علامت ہے۔ غالبؔ نے کیا خوب کہا ہے:

ہے پرے سرحد ادراک سے اپنا مسجود
قبلے کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں!

قبلہ ہمارا مسجود تو نہیں ہے!
﴿فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ ''پس جدھر بھی تم رُخ کرو گے اُدھر ہی اللہ کا رُخ ہے''۔
﴿اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ﴾ ''یقیناً اللہ بہت وسعت والا' سب کچھ جاننے والا ہے۔''
وہ بہت وسعت والا ہے' وہ کسی بھی سمت میں محدود نہیں ہے' اور ہر شے کا جاننے والا ہے۔
تحویل قبلہ کی تمہید کے طور پر ایک آیت کہہ کر اب پھر اصل سلسلۂ کلام جوڑا جا رہا ہے:
آیت ۱۱۶ ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ﴾ ''اور ان (میں وہ بھی ہیں جن) کا قول ہے کہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ وہ تو ان باتوں سے پاک ہے۔''
ظاہر بات ہے یہاں پھر اہل مکہ ہی کی طرف اشارہ ہو رہا ہے جن کا یہ قول تھا کہ اللہ نے اپنے لیے اولاد اختیار کی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ نصاریٰ کہتے تھے کہ مسیحؑ اللہ کے بیٹے ہیں' اور یہودیوں کا بھی ایک گروہ ایسا تھا جو حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا کہتا تھا۔
﴿بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''بلکہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اُسی کی ملکیت ہے۔''
سب مخلوق اور مملوک ہیں' خالق اور مالک صرف وہ ہے۔
﴿كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ﴾ ''سب کے سب اسی کے مطیع فرمان ہیں۔''

بڑے سے بڑا رسول ہو یا بڑے سے بڑا ولی یا بڑے سے بڑا فرشتہ یا بڑے بڑے اَجرامِ سماویہ سب اسی کے حکم کے پابند ہیں۔

آیت ۱۱۷ ﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ﴾ ''وہ نیا پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا۔''

وہ بغیر کسی شے کے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے۔ ''ابداع'' اور ''خلق'' میں فرق نوٹ کیجیے۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ کے پہلے باب میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال بنیادی طور پر تین ہیں: ابداع' خلق اور تدبیر۔ ابداع سے مراد ہے عدمِ محض سے کسی چیز کو وجود میں لانا' جسے انگریزی میں ''creation ex nihilo'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جبکہ خلق ایک چیز سے دوسری چیز کا بنانا ہے' جیسے اللہ تعالیٰ نے گارے سے انسان بنایا' آگ سے جنات بنائے اور نور سے فرشتے بنائے' یہ تخلیق ہے۔ تو ''بدیع'' وہ ذات ہے جس نے کسی مادۂ تخلیق کے بغیر ایک نئی کائنات پیدا فرما دی۔ ہمارے ہاں ''بدعت'' وہ شے کہلاتی ہے جو دین میں نہیں تھی اور خواہ مخواہ لا کر شامل کر دی گئی۔ جس بات کی جڑ بنیاد دین میں نہیں ہے وہ بدعت ہے۔

﴿وَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ ''اور جب وہ کسی معاملے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس سے بس یہی کہتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے۔''

آیت ۱۱۸ ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور کہا اُن لوگوں نے جو علم نہیں رکھتے''

یہاں پر مشرکین مکہ کی طرف روئے سخن ہے۔

﴿لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَاۤ اٰيَةٌ ؕ﴾ ''کیوں نہیں بات کرتا ہم سے اللہ یا کیوں نہیں آ جاتی ہمارے پاس کوئی نشانی؟''

مشرکین مکہ کا رسول اللہ ﷺ سے بڑی شدت کے ساتھ یہ مطالبہ تھا کہ آپ کوئی ایسے معجزات ہی دکھا دیں جیسے آپ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے دکھائے تھے یا موسیٰ علیہ السلام نے دکھائے تھے۔ اگر آپ ہمارے یہ مطالبے پورے کر دیں تو ہم آپ کو اللہ کا رسول مان لیں گے۔ یہ مضمون تفصیل کے ساتھ سورۃ الانعام میں اور پھر سورۂ بنی اسرائیل میں آئے گا۔

﴿كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ﴾ ''اسی طرح کی باتیں جو لوگ

ان سے پہلے تھے وہ بھی کہتے رہے ہیں۔''

﴿ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ﴾ ''ان کے دل ایک دوسرے سے مشابہ ہوگئے ہیں۔''

﴿قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾﴾ ''ہم تو اپنی آیات واضح کر چکے ہیں ان لوگوں کے لیے جو یقین کرنا چاہیں۔''

آیت ۱۱۹ ﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ﴾ ''(اے نبیؐ!) بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے حق کے ساتھ بشیر اور نذیر بنا کر''

آپؐ کی بنیادی حیثیت یہ ہے کہ آپؐ اہل حق کو جنت اور اس کی تمام تر نعمتوں کی بشارت دیں' اور جو غلط راستے پر چل پڑیں' کفر کریں' منافقت میں مبتلا ہوں' ملحد ہوں اور بدعملی کریں اُن کو آپؐ خبردار کر دیں کہ ان کے لیے جہنم تیار کر دی گئی ہے۔ آپؐ کا کام دعوت' ابلاغ' تبلیغ اور نصیحت ہے۔

﴿وَّلَا تُسْــَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۹﴾﴾ ''اور آپؐ سے سوال نہیں کیا جائے گا جہنمیوں کے بارے میں۔''

جو لوگ اپنے طرزِ عمل کی بنا پر جہنم کے مستحق قرار پاگئے ہیں ان کے بارے میں آپؐ ذمہ دار نہیں ہیں۔ آپؐ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ یہ کیوں جہنم میں پہنچ گئے؟ آپؐ کے ہوتے ہوئے یہ جہنمی کیوں ہو گئے؟ نہیں' یہ آپؐ کی ذمہ داری نہیں ہے۔ کون جنت میں جانا چاہتا ہے اور کون جہنم میں' یہ آدمی کا اپنا فیصلہ ہے۔ آپؐ کا کام حق کو واضح کر دینا ہے' اس کی وضاحت میں کمی نہ رہ جائے' حق واضح ہو جائے' کوئی اشتباہ باقی نہ رہے' بس یہ ذمہ داری آپؐ کی ہے' اس سے زیادہ نہیں۔ انسان اگر اپنی اصل مسئولیت سے زیادہ ذمہ داری اپنے سر پر ڈال لے تو خواہ مخواہ مشکل میں پھنس جاتا ہے۔ ہمارے ہاں کی بہت سی جماعتیں اسی طرح کی غلطیوں کی وجہ سے غلط راستے پر پڑ گئیں اور پوری کی پوری تحریکیں برباد ہوگئیں۔ رسول اللہ ﷺ چاہتے تھے کہ کسی طرح یہ علماءِ یہود ایمان لے آئیں اور جہنم کا ایندھن نہ بنیں۔ ان کے لیے آپ ﷺ نے اللہ کے حضور دعائیں کی ہوں گی۔ جیسے مکی دَور میں آپؐ دعائیں مانگتے تھے کہ اے اللہ! عمرو بن ہشام اور عمر بن خطاب میں سے کسی ایک کو تو میری جھولی میں ڈال دے اور اس کے ذریعے سے اسلام کو قوت عطا فرما!

آیت ۱۲۰ ﴿وَلَنْ تَرْضٰی عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ﴾
''اور (اے نبیؐ! آپ کسی مغالطے میں نہ رہیے) ہرگز راضی نہ ہوں گے آپؐ سے یہودی اور نہ نصرانی جب تک کہ آپؐ پیروی نہ کریں ان کی ملت کی۔''

لہٰذا آپ ان سے اُمید منقطع کر لیجیے۔ اس لیے کہ زیادہ اُمید ہو تو پھر مایوسی ہو جاتی ہے۔ اقبال نے بندۂ مؤمن کے بارے میں بہت خوب کہا ہے: ع

''اس کی امیدیں قلیل' اس کے مقاصد جلیل!''

مقصد اونچا ہو' لیکن امید قلیل رہنی چاہیے۔ اللہ چاہے گا تو ہو جائے گا' نہیں چاہے گا تو نہیں ہو گا۔ بندۂ مؤمن کا کام اپنی حد تک اپنا فرض ادا کر دینا ہے۔ اس سے زیادہ کی خواہش اگر اپنے دل میں پالیں گے تو کسی عجلت پسندی میں گرفتار ہو جائیں گے اور کسی راہِ یسیر یا راہِ قصیر (short cut) کے ذریعے منزل تک پہنچنے کی کوشش کریں گے اور اپنے آپ کو بھی برباد کر لیں گے۔

﴿قُلْ اِنَّ هُدَی اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰی ؕ﴾ ''کہہ دیجیے ہدایت تو بس اللہ کی ہدایت ہے۔''
جو اللہ نے بتلایا ہے وہی سیدھا راستہ ہے۔

﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ﴾ ''اور (اے نبیؐ!) اگر آپؐ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی اُس علم کے بعد جو آپ کے پاس آ چکا ہے''

اگر بفرضِ محال آپؐ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی کہ چلو کچھ لو کچھ دو کا معاملہ کر لو' کچھ ان کی بات مانو کچھ اپنی بات منوا لو' تو یہ طرزِ عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول نہ ہو گا۔ مکہ میں قریش کی طرف سے اِس طرح کی پیشکش کی جاتی تھی کہ کچھ اپنی بات منوا لیجیے' کچھ ہماری مان لیجیے' compromise کر لیجیے' اور اب مدینہ میں یہود کے ساتھ بھی یہی معاملہ تھا۔ چنانچہ اس پر متنبہ کیا جا رہا ہے۔

﴿مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿۱۲۰﴾﴾ ''تو نہیں ہو گا اللہ کے مقابلے میں آپؐ کے لیے کوئی مددگار اور نہ حمایتی۔'' (معاذ اللہ!)

حق کی تلوار بالکل عریاں ہے۔ اللہ کا عدل ہر فرد کے لیے الگ نہیں ہے' یہ فرد سے فرد

تک بدلتا نہیں ہے۔ ایسے ہی ہر قوم اور ہر اُمت کے لیے قانون تبدیل نہیں ہوتا۔ ایسا نہیں ہے کہ کسی ایک قوم سے کوئی ایک معاملہ ہو اور دوسری قوم سے کوئی دوسرا معاملہ۔ اللہ کے اُصول اور قوانین غیر مبدل ہیں۔ اس ضمن میں اس کی ایک سنت ہے جس کے بارے میں فرمایا: ﴿فَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبۡدِيۡلًا ۚ وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحۡوِيۡلًا﴾ (فاطر) ''پس تم اللہ کے طریقے میں ہرگز کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے' اور تم اللہ کے طریقے کو ہرگز ٹلتا ہوا نہیں پاؤ گے۔''

آیت ۱۲۱ ﴿اَلَّذِيۡنَ اٰتَيۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ يَتۡلُوۡنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ﴾ ''وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے۔''

اس پر میں نے اپنے کتابچے ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' میں بحث کی ہے کہ تلاوت کا اصل حق کیا ہے۔ ایک بات جان لیجیے کہ تلاوت کا لفظ' جو قرآن نے اپنے لیے اختیار کیا ہے' بڑا جامع لفظ ہے۔ ''تَلَا يَتۡلُوۡ'' کا معنی پڑھنا بھی ہے اور ''تَلَا يَتۡلُوۡ'' کسی کے پیچھے پیچھے چلنے (to follow) کو بھی کہتے ہیں۔ سورۃ الشمس کی پہلی دو آیات ملاحظہ کیجیے: ﴿وَالشَّمۡسِ وَضُحٰهَا ۙ وَالۡقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۙ﴾ ''قسم ہے سورج کی اور اس کی دھوپ کی۔ اور قسم ہے چاند کی جب وہ اس کے پیچھے آتا ہے۔'' جب آپ کوئی کتاب پڑھتے ہیں تو آپ اس کے متن (text) کے پیچھے پیچھے چل رہے ہوتے ہیں۔ چنانچہ بعض لوگ جو زیادہ ماہر نہیں ہوتے' کتاب پڑھتے ہوئے اپنی انگلی ساتھ ساتھ چلاتے ہیں تاکہ نگاہ اِدھر سے اُدھر نہ ہو جائے' ایک سطر سے دوسری سطر پر نہ پہنچ جائے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتاب کی تلاوت کا اصل حق یہ ہوگا کہ آپ اس کتاب کو follow کریں' اسے اپنا امام بنائیں' اس کے پیچھے چلیں' اس کا اتباع کریں' اس کی پیروی کریں' جس کی ہم دعا کرتے ہیں: وَاجۡعَلۡهُ لِيۡ اِمَامًا وَّنُوۡرًا وَّهُدًى وَّرَحۡمَةً ''اور اسے میرے لیے امام اور روشنی اور ہدایت اور رحمت بنا دے!'' اللہ تعالیٰ اس قرآن کو ہمارا امام اُسی وقت بنائے گا جب ہم فیصلہ کرلیں کہ ہم اس کتاب کے پیچھے چلیں گے۔

﴿اُولٰٓئِكَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ﴾ ''وہی ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں۔''

یعنی جو اللہ کی کتاب کی تلاوت کا حق ادا کریں اور اُس کی پیروی بھی کریں۔ اور جو نہ تو تلاوت کا حق ادا کریں اور نہ کتاب کی پیروی کریں' لیکن وہ دعویٰ کریں کہ ہمارا ایمان ہے اس کتاب پر تو یہ دعویٰ جھوٹا ہے۔ از روئے حدیث نبویؐ: ((مَا آمَنَ بِالۡقُرۡآنِ مَنِ اسۡتَحَلَّ